اُردو تنقید کا ارتقاء اور فتح محمد ملک بطور نقاد

Criticism in Urdu Literature and Fateh muhammad malik as a Critics

محمد ثاقب فارق اعوان
ریسرچ سکالر سندھ یونیورسٹی جامشورو
ڈاکٹر شذرہ حسین
اسسٹنٹ پروفیسر سندھ یونیورسٹی جامشورو

Abstract:

Proper Start of Criticism in Urdu Literature started in the 19th century, but critics are there since beginning. There is critical aspect in every genre like Novel, Drama and poetry in some aspects. Criticism was given highlighted importance in the age of Sir Syed Ahmad Khan. Moulana Shibli nomani is known as the father of Criticism in Urdu Literature. Later on, in Romantic and Progressive Movements, there was proper placement of critism is very little but it was given importance in different phases of Literature attractive.Thios article highlights the history of criticism and participation of great names in the field if this genre from the beginning to the present age.This Article present the criticism start and Development and also show the Fateh mumammad malik as a critics.

تنقید نقد سے ہے جس کا مطلب حق اور سچ بات کرنا ہے۔ تنقید عربی زبان کا لفظ ہے جو جانچ، پرکھ، کھوٹے اور کھرے میں تمیز کرنا اور حق بات کرنے کے معانی اپنے اندر رکھتی ہے۔شعائرِ اسلام کے قوانین اس قدر مستحکم بنیادوں پر قائم تھے کہ اِن کے اصول روایت اور درایت کو دیگر اقوام نے معمولی ردوبدل کے ساتھ اپنے ناقدانہ عمل کے لیے رہنما بنایا۔تنقید بنیادی حقائق کو تلاش کرتے ہوئے ایسے نتائج کا استخراج کرتی ہے جو بامعنی ہوتے ہیں اور جن کی مدد سے ایک خاص نتیجے تک پہنچا جا سکتا ہے۔ تنقید میں کسی

مبالغہ آرائی کی گنجائش نہیں۔تنقید میں تحقیق پہلے آتی ہے جسے ناقدانہ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ناقدانہ نظر سے دیکھنے والا نقاد یا ناقد کہلاتا ہے۔نقاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ نہ صرف ناقدانہ صلاحیتوں کا مالک ہو بلکہ محقق کے تمام اوصاف بھی اس میں موجود ہونے چاہئیں۔ اس کا ایک مخصوص مزاج اور منفرد اسلوب اظہار ہوتا ہے جس میں حشو زوائد سے گریز کیا جاتا ہے)۱ (تنقید اور تنقید نگار کی تعریف کرتے ہوئے عتیق اللہ لکھتے ہیں:

”اردو میں لفظ تنقید یا انتقاد انگریزی لفظ criticism کا ترجمہ ہے جو یونانی لفظ Krites سے مشتق ہے۔

Krites کے لغوی معنی الگ کرنے اور امتیاز کرنے کے ہیں۔ لاطینی میں جس کا مترادف Criticus ہے۔ اسی سے Critiqueبنا ہے جس کے معنی تنقیدی مضمون، تنقیدی مقالے یا فنِ تن critic یعنی نقاد، تنقید نگار وہ شخص ہوتا ہے جو بعض معیاروں، اُصولوں یا کسوٹیوں کو بنیاد بنا کر کسی تخلی کے محاسن و معائب کے تعلق سے رائے زنی کرتا ہے۔) “۲

اُردو تنقید کی تاریخ مرتب کرتے وقت ہمیں لا محالہ عربی،فارسی اور یونانی تنقید سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔عربی فارسی میں تنقید کے اصول اور مباحث میں یکسانیت پائی جاتی ہے جس کی اہم وجہ دونوں زبانوں کے صنائع بدائع کی یکسانیت ہے البتہ یونانی تنقید میں ارسطو کی بدولت فنِ شعر اور خطابت ادبی تنقید میں شامل ہوئے ہیں۔اس طرح ادب میں تنقیدی دبستانوں کی راہ ہموار ہوئی۔نفسیات، عمرانیات اور جمالیات کے موضوع بھی تنقید میں شامل ہوئے۔رفتہ رفتہ تنقیدی میدان میں بھی وسعت آتی گئی۔

اردو ادب میں تنقیدکی روایت سنجیدہ اقدار کی حامل ہے۔ برِ صغیر کی سیاسی صورتِ حال لے پیشِ نظر جہاں اردو ادب میں مختلف رجحانات کا آغاز ہوا وہاں تحقیق و تنقید بھی مختلف دبستانوں کی شکل اختیار کرتی گئیں۔ برصغیر میں تذکرہ نگاری کی روایت کا آغاز یوں ہوا کہ ابتداء میں اردو شعراء کے تذکرے فارسی زبان میں لکھے گئے۔ پہلا تذکرہ میر تقی میر کا نکات الشعرا تھا۔ اردوزبان میں پہلا مفصل تذکرہ" خوش معرکہ زیبا "از سعادت خان تھا اس کے علاوہ اہم اردو تذکروں میں" گلستان سخن " اور قادر بخش صابر، سخن شعرا از نساخ، انتخاب یادگار از امیر مینائی اور آب حیات از محمد حسین آزاد قابل ذکر ہیں۔ ان کے انداز ِ تحریر کو دیکھتے ہوئے یہ اندازا لگانا چنداں دشوار نہیں کہ ان ادیبوں میں سے اکثر کے ہاں تحقیقی و تنقیدی رجحان موجود تھا۔ یہ تذکرے جدید تنقیدکی بنیاد سمجھے جاسکتے ہیں۔۳

جہاں تک اردو تنقید کا تعلق ہے تو اس کا آغاز قدیم تذکرہ نگاری سے ہوا۔غور سے دیکھا جائے تو تذکرے محض شعراء کی ڈائری یا بیاض نہیں تھے بلکہ ان میں تنقید کی اوّلین شکل بھی پائی جاتی ہے۔بعض محققین نے تذکرہ نگاری کو تنقید کی خشتِ اول کا نام بھی دیا ہے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری تذکرہ نگاری میں تنقیدی عناصر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تذکرہ نگاری میں تنقید اور سوانح نگاری یا شخصیت کی عکاسی کے سلسلے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بطور نمونہ یا مثال ہے۔ اس سے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ جن تذکروں کے مندرجات حوالے دیئے گئے ہیں صرف وہی کارآمد ہیں۔تذکرہ نگاروں نے اپنے تذکروں میں شعراء کے سوانحی، تنقیدی اور تہذیبی پہلوؤں پر مفصل گفتگو یوں نہیں کی کہ اگلے صفحات میں ہر تذکرے کی بحث میں الگ الگ ان پہلوؤں کا تنقیدی جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُردو شعراء کے تذکرے ہماری تاریخ ادبیات کا ایک بیش ارتقائی منزلوں کا سراغ لگا سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے ماضی،حال اور مستقبل میں کوئی رشتہ قائم کر سکتے ہیں)“۴

تذکرہ نگاری کے ساتھ ساتھ دکن کی قدیم نثر میں بھی وقتاً فوقتاً تنقید کے ابتدائی نمونے ملتے ہیں۔ عادل شاہی اور قطب شاہی حکمرانوں سمیت اس دور کے دیگر ادباء و شعراء کی تحریروں میں تنقیدی تحریریں ملتی ہیں۔ ان ادوار میں تنقید باقاعدہ رجحان کی شکل تو اختیار نہ کر سکی لیکن تنقیدی رویے اس دور می ضرور شامل ہوئے۔مختلف ادیبوں کے تذکروں اور دکن کی ابتدائی نثر کو تنقید کی ابتدائی صورت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

اُردو تنقید کا باقاعدہ دور مرزا غالب کی وفات کے بعد سے شروع ہو تا ہے۔اد سور میں سر سید احمد خان کی سر براہی میں اردو تنقید نے باقاعدہ شکل اختیار کر لی تھی جس سے زبان و ادب میں وسعت پیدا ہوئی۔ سر سید احمد خان اور ان کے رفقائے کار نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔نقادوں اور مصنفین کی ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جسے آج تنقید کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جاتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر وقار احمد رضوی لکھتے ہیں :

”اردو تنقید کا اہم دور1869 سے1897 تک آتا ہے۔ یعنی غالب کے انتقال سے سر سید کی وفات تک، یہ دور غالب،آزردہ، صہبائی، غلام امام شہید کے بعد کا ہے۔جس میں زبان و ادب میں وسعت پیدا ہوئی ہے۔سر سید کے زیرِ اثر اردو تنقید نے نیا رُخ اختیار کیا ہے۔زبان،

محاورات، ترتیب الفاظ، قافیہ پیمائی کو چھوڑ کر اسلوبِ تحریر میں سادگی اور شگفتگی کو اپنایا گیا۔ قافیہ پیمائی اگرچہ ادبیاتِ لطیف میں آتی ہے لیکن سر سید کے سادہ اور علمی طرزِ نگارش سے ادیبوں، مصنفین اور نقادوں کی ایک کھیپ تیار ہوئی)"۵

عہدِ سر سید میں بہت سے ادیب تنقید کے میدان میں اُبھر کر سامنے آئے۔اسی کے ساتھ اخبارات اور رسائل کی اشاعت کا بھی طویل سلسلہ شروع ہوا جن میں غالب رجحان تنقید، کا پایا جاتا ہے۔اخبارات میں" سید الاخبار"،"اودھ اخبار"،" آگرہ اخبار"اور "دبدبۂ اسکندری "کی تنقیدیں اہم ہیں۔ نقادوں میں مفتی اکرام اللہ، حکیم قطب الدین باطن، عبدالحق خیر آبادی، مولوی محمد علی، محسن الملک، وقار الملک اور مولوی چراغ علی نے تنقیدی تحریریں لکھیں۔ اس دوران ایک باقاعدہ تنقیدی دبستان وجود میں آیا جس کے سرخیل آزاد، حال، شبلی، نذیر احمد،ذکاء اللہ دہلوی اور ناصر نذیر فراق دہلوی تھے۔ ڈاکٹر وحید قریشی،الطاف حسین حالی کی تنقید کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"الطاف حسین نام، حالی تخلص ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کے لیے دہلی پہنچے۔ شاعری میں مراز غالب کے شاگرد تھے۔ پہلے گورنمنٹ بک ڈپو لاہور میں ملازم ہوئے پھر عربیک کالج دہلی میں استاد ہو گئے۔ سر سید سے حالی کے روابط بہت پہلے سے ہو چکے تھے۔ سر سید کی فرمائش پر ۱۸۷۹ء میں انہوں نے مسدس لکھی۔ حالی شاعر، نقاد، سوانح نگار، اور ادیب تھے۔ ان کی شہرہ آفاق تصانیف حیاتِ جاوید، حیاتِ سعدی، یاد گارِ غالب، مدو جزرِ اسلام، مقدمہ شعر و شاعری، دیوانِ حالی اور مکتوباتِ حالی ہیں۔ حالی اعلیٰ پایہ کے شاعر، نثر نگار،اور نقاد تھے۔ ۱۹۱۴ء میں وفات پائی) "۶

مولانا شبلی نعمانی کا نام بھی تنقید کے اولین باقاعدہ نقادوں میں شمار ہوتا ہے۔شبلی کی دیگر خصوصیات میں ایک خاصیت اُردو نقاد کی بھی ہے انھوں نے فارسی کے ساتھ ساتھ اردو تنقید نگاری میں بھی خاص مقام حاصل کیا۔" ادب اور تنقید"اور" موازنہ انیس و دبیر "اس سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں۔ انھوں نے ایک ترتیب کے ساتھ تنقید کے اصول واضح کیے۔اس کے علاوہ عملی تنقید میں بھی

ان کا نام آتا ہے۔ اس طرح وہ ایک کامیاب نقاد کے طور پر بھی ادب میں تسلیم کیے جاتے ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی ان کی جملہ صفات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی شہرِ آفاق تصنیف" تاریخِ ادبِ اردو "میں لکھتے ہیں:

"شبلی خواہ مذہبی، تعلیمی اور فلسفیانہ موضوعات پر لکھ رہے ہوں یا تاریخی، ادبی و تنقیدی موضوعات پر،ان کی قوتِ تخیل ہر جگہ کارفرما نظر آتی ہے جس سے ان کی تحریروں میں نیا پن اور تازگی پیدا ہوتی ہے اور طرزِ نگارش پُر اثر ہو جاتا ہے۔ تخیل کو شبلی اختراع کا نام دیتے ہیں جو فلسفہ میں ایجاد و انکشافِ مسائل کا اور شاعری میں شاعرانہ مضامین پیدا کرنے کا کام کرتی ہے۔یہی قوتِ تخیل شبلی کی طرزِ ادا کو تخلیقی سطح پر لے آتی ہے۔اور یہی طرزِ ادا شبلی کی پہچان بن کر انھیں بقائے دوام کے دربار میں لا کھڑا کرتی ہے)"۷

سر سید کے دور کے بعد بیسویں صدی کی ابتداء میں جب افسانے کی صنف متعارف ہوئی تو اس وقت تنقید اپنے ابتدائی مراحل طے کر چکی تھی۔ اسی دور میں جدید نقادوں نے تنقید کا باقاعدہ موضوع کی شکل دے دی۔ امداد امام اثر، ڈاکٹر عبدالحئ، عبدالسلام ندوی، مولوی عبدالحق، حامد اللہ افسر میرٹھی، خلیفہ عبدالحکیم، اختر علی تلہری، رشید احمد صدیقی اور ڈاکٹر اعجاز حسین سمیت بہت سے نقاد وں کا ظہور ہوا۔ تنقید کے مختلف دبستان بنتے گئے۔ تنقید کی مختلف اقسام وجود میں آئیں۔تفسیاتی، مارکسی، عمرانی، جمالیاتی، معروضی، تشریحی اور تاثراتی تنقیدیں سامنے آئیں۸۔ گویا تنقید کا میدان باقاعدہ زبان و ادب کا لازمی جزو بن گیا۔

جدید تنقید میں چند اہم نام جنھوں نے تنقید کے میدان کو باقاعدہ تنقیدی دبستان کی صورت دینے میں اہم کردار ادا کیا، ان میں ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر وحید قریشی، سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر خو اجہ محمد زکریا، ڈاکٹر نجیب جمال، پروفیسر فتح محمد ملک اور پاکستانی ادب کے معماروں میں چند مزید نام شامل ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق جدید تنقید کا آغاز ۵۳۹۱ء سے ہی ہو گیا تھا تاہم تقسیمِ ہند کے بعد اس دور میں سیکڑوں نقاد شامل ہوئے اور یوں تنقید کا میدان بھی وسیع تر ہو تا گیا۔ تنقید کے جدید دور کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"میں جدید تنقید کے دور کا آغاز ۵۳۸۱ء سے کررہا ہوں،اگرچہ میں سابقہ بحث میں ایسے بزرگوں کا ذکر کر چکا ہوں جو ۵۳۹۱ء کے بعد بھی کام کرتے رہے......جدید تنقید کے سلسلے میں چند اہم قلم کاروں کا ذکر کرتا ہوں جن کے ذہن و فکر نے تقسیم ملک کے بعد اردو ادب یا تنقیدی ادب کو اہم افکار دیے۔میری رائے میں ان میں

اہم ترین اشخاص صرف چار ہیں۔آلِ احمد سرور، احتشام حسین، محمد حسن عسکری اور کلیم الدین احمد۔جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں یہی وہ نقاد ہیں جن کے افکار نے اردو ادب کے مسائل کے بارے میں ایک خاص تحرک پیدا کیا)"۹

ڈاکٹر وحید قریشی کی تنقید کے نفسیاتی پہلو پر بہت بحث کی گئی ہے بلکہ ان کو نفسیاتی نقاد بھی کہا گیا ہے۔انھوں نے شبلی کی حیات معاشقہ، یادگار غالب اور آبِ حیات کا تقابلی جائزہ، مقدمہ شعر و شاعری کا مقدمہ اور حالی کی سوانح عمریوں سے متعلق اُردو تنقید کے روایتی انداز سے انحراف یہ تمام موضوعات ایسے ہیں جن میں ڈاکٹر صاحب کی نفسیاتی تنقید اور تحقیق کا شعور دونوں یکجا نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی تنقید کے موضوع پر اہم کتاب" اردو نثر کے میلانات "بھی تنقیدی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے) ۱۰(۔

قیامِ پاکستان کے بعد جہاں تنقیدی دنیا میں بہت سے نقاد شامل ہوتے گئے وہاں تنقید کے مختلف دبستان بھی وجود میں آتے گئے۔ اس کے علاوہ ادبی تحریکوں کے زیرِ اثر تنقیدی فن پارے بھی سامنے آتے گئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ترقی پسند تحریک، رومانی تحریک اور حلقہ اربابِ ذوق کے حوالے سے تین اسکول پاکستانی ادب میں کرفرما رہے۔اگرچہ تینوں کا تحریکوں کا آغاز قیامِ پاکستان سے پہلے ہوا تھا تاہم تقسیم کے بعد بھی یہ تحریکیں اپنے اپنے مرکز و محور پر چلتی رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ترقی پسند تنقید، رومانی تنقید اور حلقۂ اربابِ ذوق کے زیرِ اثر بھی تنقیدی فن پارے سامنے آتے رہے۔ اس کے علاوہ جامعاتی تنقید و تحقیق کا الگ میدان بھی ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا۔کچھ نواق ایسے بھی سامنے آئے جن کا تعلق مندرجہ بالاتحریکوں سے نہیں تھا لیکن ان کی تنقید بھی ادب میں اہمیت اختیار کرتی گئی۔

ترقی پسند تحریک میں ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، سجاد ظہیر، مجنوں گورکھ پوری، سید احتشام حسین اور ممتاز حسین کا نام نمایاں ہیں

۔رومانی تنقید کے اوراق اگرچہ بکھرے ہوئے ہیں لیکن مہدی افادی، نیاز فتح پوری، عبدالماجد دریا باد، فراق گورکھ پوری اور دوسرے نقاد شامل ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید نے رومانی تحریک کی تنقیدی خدمات کو کسی حد تک کمزور کہا ہے۔شاعری اور نثر کی نسبت اس تحریک میں تنید کا میدان بہت کمزور دکھائی دیتا ہے، جس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رومانی تحریک میں جذبہ تو شدید ہے لیکن اسے پختگی سے پہلے ہی اگل دیا گیا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد جب جذبات کی شدت مدھم پڑنے لگی تو تخلیقات کی لطافت بھی زائل ہوگئی۔ اور شعراء میں

خیال کی تکرار اور ہیئت کی نقالی کا رجحان پیدا ہوگیا۔ رومانی تحریک کا تنقیدی پہلو بہت کمزور رہا لیکن اس تحریک کی دوسری فتوحات کو پیشِ نظر رکھیں تو یہ کمزوری چنداں اہم معلوم نہیں ہوتی)"۱۱

حلقہ اربابِ ذوق کی تحریک نے اگرچہ اردو ادب میں کوئی خاص کارنامہ سر انجام نہیں دیا تاہم اس کی بنیاد رکھنے والوں نے پہلی اینٹ بہت سلیقے سے رکھی تھی۔ مولانا صلاح الدین احمد، میرا جی، حفیظ ہوشیارپوری، نسیم حجازی اور اس دوسرے ادیبوں نے اس کے بنیادی اصولوں میں بہت سنجیدگی کا مظاہرہ کیا لیکن بعد میں حلقہ بہت ہی ہلکا ہوتا گیا اور آج اس کی حیثیت اور اہمیت کوئی ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ حلقہ اربابِ ذوق کے پلیٹ فارم سے متعدد نقاد سامنے آئے جن کی تنقید مسلمہ ہے۔

تنقید نگاری میں ایک اہم نام پروفیسر فتح محمد ملک کا بھی ہے۔ان کے مستقل موضوعات میں فیض احمد اور علامہ اقبال سرِ فہرست ہیں تاہم انھوں نے اپنی مختلف تحریروں اور مضامین و مقالاجات کی بدولت تنقیدی دبستانوں میں نام کمایا ہے۔ملازمت اور دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ادب میں ان کی تحریروں کا وارد ہونا ادب کے لیے نہایت ہی خوش آئند ثابت ہوا ہے۔حال ہی میں ان کی آپ بیتی اور تنقید متعدد دیگر کتب کی اشاعت سے ان کی تنقیدی صلاحتیں کھل کر سامنے آئی ہیں۔

فتح محمد ملک اٹک کالج) پاکستان (میں چار سال زیرِ تعلیم رہے۔ ۱۹۵۲ سے ۱۹۵۶ کے درمیان انھوں نے بارھویں اور چودھویں جماعت کے امتحان پاس کیے۔ اس عرصہ میں ان کی ادبی، مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور تعلیمی تربیت خوب ہوئی۔اس دوران میں انھوں نہ صرف پاکستان اسٹڈیز کا مطالعہ کیا بلکہ اقبالیات، فارسی ادب، ترقی پسند ادب، پاکستانی ادبی تحریکوں سے کا ادب اور بہت کچھ پڑھ لیا۔ اس لیے جب وہ گریجوایٹ ہوئے تو ایک مستند ادب اور نقاد بھی بن چکے تھے اور صحافت میں بھی قدم رکھ چکے تھے۔ کالج کے زمانہ میں ہی راولپنڈی کے ایک اخبار"تعمیر"میں کام کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔وقت کے ساتھ پاکستان اور بھارت کے مستند ادبی رسائل میں آپ کا کلام ہوتا گیا۔ اس وقت کے نامور رسائل نقوش، اوراق، ماہِ نو، سیپ، فنون، چہارسو،نیرنگِ خیال اور ادبی دنیا سمیت تقریباً کوئی رسالہ ایسا نہ تھا جس میں فتح محمد ملک کی تحریر شائع نہ ہوئی ہو۔ تاہم ان کی تصنیفی خدمات کا آغاز ۱۹۷۳ء میں ان کی پہلی کتاب" تعصبات"سے ہوا۔

فتح محمد ملک کی ادبی تنقیداصنافِ ادب کی بجائے شخصیات پر مبنی ہے۔ان کادور تنقید کے اس دور دے ہے جب پاکستان میں تنقید کے نئے نئے اصول وضع ہورہے تھے۔مختلف تنقیدی دبستانوں پر کام ہورہا تھا۔تاہم وہ کسی دبستان سے منسلک ہونے کی بجائے ذاتی سطح پر تنقیدی خدمات پر مامور رہے۔اس کی ایک وجہ ان کی مختلف سرکاری اداروں میں ملازمت تھی اور دوسری وجہ بیرونِ ممالک میں مختلف اوقات میں قیام تھا۔ دریں اثناء ان کی مختلف تنقیدی کتب وجود میں آتی گئیں اور ان کا تنقیدی سرمایہ بڑھتا گیا۔

تنقید کے سلسلے میں ان کے مستقل موضوعات میں حکیم الامت علامہ اقبال، فیض احمد فیض،احمد ندیم قاسمی،ن۔م راشد، احمد فراز، سعادت حسن منٹو اور چند ترقی پسند شعراء تھے۔ متذکرہ بالا شخصیات کی تخلیقی صلاحیتوں کو ادبی منظر نامے پر لانے کے لیے انھوں نے نہ صرف ان پر منفرد کتب لکھیں بلکہ متفرق مضامین بھی تحریر کیے۔اس سلسلے میں ان کی کتب اقبال فراموشی،اقبال فکرو عمل،اقبال کے سیاسی تصورات، فیض احمد فیض شاعری اور سیاست،احمد ندیم قاسمی شاعر اور افسانہ نگار،احمد فراز کی شاعری اور سعادت حسن منٹو قابلِ ذکر ہیں۔شخصی تنقید کے علاوہ انھوں نے مختلف ہائے موضوعات پر جو تنقیدی مضامین لکھے وہ بھی داد و تصین کے لائق ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی تنقیدی کتب تعصبات،اندازِ نظر،تحسین و تردید، اپنی آگ کی تلاش، خیال و خواب قابلِ ذکر ہیں۔مجموعی طور پر فتح محمد ملک ایک تاثراتی نقاد ہیں تاہم

اقبال شناسی میں بھی ایک اہم نام کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ آپ کے اندر یہ خوبی ہے کہ آپ بیک وقت اقبال شناس بھی ہیں اور ترقی پسند نقاد بھی ہیں۔ یہ اعزاز بہت کم نقادوں اور ادیبوں کے حصے میں آیاہے۔

تنقید نگاری کی تاریخ کوکم و بیش دوصدیاں ہوچکی ہیں۔ اس بحرِ بے کراں میں سیکڑوں نقادوں نے اپنے اپنے اسلوب کے ذریعے خود کو منفرد کرنے کی کوشش کی۔ تنقید کا باقاعدہ آغازانیسویں صدی کی آخری تین دہائیوں میں ہوا جس کا سہرا علامہ شبلی نعمانی اور الطاف حسین حالی کے سرجاتاہے۔ بعدمیں علامہ نیاز فتح پوری، خواجہ احمد عباس، اختر حسین رائے پوری، مجنوں گورکھ پوری اور عابد علی عابد، رشید احمد صدیقی۔آلِ احمد سرورسمیت سیکڑوں نقادوں نے تنقیدی فن پارے متعارف کروائے۔قیامِ پاکستان کے بعد تنقید کے مختلف دبستان وجود میں آئے جو اردو کی تاریخ کی درخشاں مثالیں ہیں۔تنقید کے موضوع پرجامعاتی اساتذہ کرام کی دلچسپی نے اس میدان میں مزید وسعت پیدا کر دی ہے، اس لیے اس موضوع کی ضرورت اور اہمیت دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔اس میدان میں پروفیسر فتح محمد ملک کانام بھی نقادوں کی فہرست میں شامل ہے۔ آپ ایک طرف اقبال شناس ہیں اور دوسری طرف ترقی پسند ادباء و شعراء کے سفیر بھی ہیں۔خصوصاً فیض اور ندیم اور راشد کی تخلیقی اور ادبی کاوشوں کو بروئے کار لانے میں آپ نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ وقار احمد رضوی، پروفیسر، ڈاکٹر، تاریخِ نقد، مکتبہئ کارواں، لاہور، ص۲۵

۲۔ عتیق اللہ)مرتب :(تنقید کی جمالیات)جلد :۱ (دہلی، کتابی دُنیا :۲۰۱۳ء، ص ۲۸

۳۔ ڈاکٹر فرمان فتح پور، اردو تذکرہ اور تذکرہ نگاری، مکتبہ اسلوب، کراچی ۱۹۸۸، ص۲۵۵

۴۔ ایضاً، ص۲۲۳

۵۔ وقار احمد رضوی، پروفیسر، ڈاکٹر، تاریخِ نقد، مکتبہئ کارواں، لاہور، ص۲۴۰

۶۔ ڈاکٹر وحید قریشی، اُردو کا بہترین انشائی ادب، میری لائبریری،لاہور،۹۸۸ اء،۱۰۴

۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخِ ادبِ اردو، مجلسِ ترقیئ ادب، لاہور،۲۰۱۲ء،ص۱۰۹۸

۸۔ مجنوں گورکھ پوری، تنقید اور عملی تنقید، اردو اکادمی، دہلی۱۹۷۸ء، ص ۲۲۰

۹۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، اشاراتِ تنقید، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص۱۹۶

۱۰۔ وحید قریشی، ڈاکٹر،نقدِ جاں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور،۱۹۶۸ء، ص۹۹

۱۱۔ داکٹر انور سدید، اردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقیئ اردو، پاکستان، کراچی،۱۹۹۹ء، ص ۴۶۲